ACADEMIA International Journal for Social Sciences
Volume 4, Issue 4, 2025 ISSN-L (Online): 3006-6638

غلبہ اسلام کے لیے خواتین کی طرف سے کی جانے والی کوششوں کا جائزہ
A Review of the Efforts Made by Women for The Dominance of Islam

Dr Farzana Iqbal
farzana.iqbal@gscwu.edu.pk
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
The Govt. Sadiq College Women University of Bahawalpur, Pakistan
Corresponding Author: * Dr Farzana Iqbal farzana.iqbal@gscwu.edu.pk

Received: 17-10-2025 **Revised:** 20-11-2025 **Accepted:** 29-11-2025 **Published:** 15-12-2025

ABSTRACT

Prophet Muhammad (peace be upon him) came with the message of Allah to guide and guide the entire humanity. In putting this message on their chests, making it a rule of their lives and enduring the hardships of this path, where the men showed courage and courage, the women of Islam also showed loyalty, devotion and love to Allah and His Messenger. He set wonderful precedents, offered great sacrifices for religion, endured hardships and rendered various services on the war front. In this article, a few of those brave and courageous women are being mentioned, from whose spirit of faith even today every member of the Islamic nation can get inspiration for action. A woman, whether she is a mother, sister, wife or daughter, is a precious gift of nature without which everything in the human universe is dull and dull. Allah Ta'ala has made the man its protector, but the woman in herself is like a strong tree that bravely faces all kinds of cold and hot conditions. On the basis of his determination, courage and steadfastness, Allah has placed Paradise under his feet. Famous women are mentioned in Quran, Hadith and Islamic history, without mention of their sacrifices and services, Islamic history remains incomplete. Men as well as women actively participated in the invitation and preaching of Islam. Be steadfast in all circumstances, enduring all trials and tribulations. These women were put to the end of hardships and oppression, but they proved with their selflessness, piety and piety that women are not behind men in any way. The role of Muslim women in the early history of Islam is a clear lesson for the living world.
Keywords: *efforts, women, dominance, Islam*

اسلام سے پہلے دنیا نے جتنی بھی ترقی کی ہے اس میں مرد کا حصہ عورت سے زیادہ رہا کیونکہ اس دورِ جہالت میں عورت کو کوئی مقام حاصل نہ تھا لیکن جب اسلام آیا تو اس نے عورت کو بیٹی، بیوی اور بہن کے روپ میں عزت عطا کی اور وسائل کی ترقی میں دونوں صنفوں کی کو ششوں کو شامل کیا۔ اسلام نے جو عزت اور مقام عورت کو عطا کیا ہے اُس کی مثال نہ تو قومی تاریخ میں ملتی ہے اور نہ ہی دنیا کی مذہبی تاریخ میں۔ اسلام نے صرف عورت کے حقوق ہی نہیں مقرر کئے بلکہ ان کو مردوں کے برابر درجہ دے کر مکمل انسانیت قرار دیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ عورت ماں، بہن، بیوی اور بیٹی ہر روپ میں قدرت کا قیمتی تحفہ ہے جس کے بغیر کائناتِ انسانی کی ہرشے پھیکی اور ماند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو اس کا محافظ اور سائبان بنایا ہے۔ عورت اپنی ذات میں ایک تناوردرخت کی مانند ہے جو ہر قسم کے سردوگرم حالات کا دلیری سے مقابلہ کرتی ہے۔ ا سی عزم وہمت، حوصلہ اور استقامت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو اس کے قدموں تلے بچھا دیا۔ حضرت حوا علیہا السلام سے اسلام کے ظہور تک کئی نامور خواتین کا ذکر قرآن و حدیث اور تاریخ اسلامی میں موجود ہے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ازواج حضرت سارہؑ، حضرت ہاجرہؑ، فرعون کی بیوی آسیہ، حضرت ام موسیٰ، حضرت مریم، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، سیدہ کائنات حضرت فاطمہؓ، حضرت سمیہؓ اور دیگر کئی خواتین ہیں جن کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔تاریخ اسلام خواتین کی قربانیوں اور خدمات کا ذکر کئے بغیر نا مکمل رہتی ہے۔ اسلام کی دعوت وتبلیغ میں مردوں کے ساتھ عورتوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔اسلام کی ابتدائی تاریخ میں مسلم خواتین کا جو کردا ر رہا وہ آج ساری دنیا کی خواتین کے لئے ایک واضح سبق بھی ہے۔

ان پاکیزہ خواتین کے تذکرے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ آج کی خواتین اِن عظیم ہستیوں کی زندگی کو اپنا آئیڈیل بنائیں، اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کریں، دین کی اشاعت اور ملکی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کوششیں:

معرفۃ الصحابہ میں درج ہے:

"خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قُصَيِّ،كَانَتْ تُدْعَى فِي الْجَاهِلِيَّةِ الطَّاهِرَةَ، أُمُّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ زَائِدَةَ بْنِ جُنْدُبٍ"[i]

"حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزّی بن قصی تھا۔زمانہ جاہلیت میں ان کو "طاہرہ" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن جندب تھا۔"

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ہے:

"وكانت خديجة قبل رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تحت أبي هالة بن زرارة، ثم خلف عليها بعد أبي هالة عتيق بن عابد بن عبد الله بن عمر بن مخزوم المخزومي،ثم خلف عليها بعد عتيق رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"[ii]

"حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے ابو ہالہ بن زرارہ التمیمی کی زوجہ تھیں۔ان کا انتقال ہونے کے بعد عتیق بن عائد المخزومی کے نکاح میں آئیں ،پھر ان کے بعد رسول اللہﷺ کے عقد میں آئیں۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قرآن کے احکام پر عمل اور اسلام کے فروغ اور مسلمانوں کی امداد کے لئے اپنی دولت خرچ کرکےرسول خدا ﷺکے مقدس اہداف کی راہ میں اپنی پوری دولت کو قربان کر گئیں اور اسلام کی ترقی و پیش رفت میں ناقابل انکار کردار ادا کیا۔ سیدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت حضرت محمد ﷺ کو بخش دی مگر وہ یہ محسوس نہیں کر رہی تھیں کہ اپنی دولت آپ ﷺکو بخش رہی ہیں بلکہ محسوس کر رہی تھیں کہ اللہ تعالی جو ہدایت محمد ﷺکی محبت اور دوستی کی وجہ سے، آپ کو عطا کر رہا ہے دنیا کے تمام خزانوں پر فوقیت رکھتی ہے۔

نبیؐ کی رسالت کی تصدیق کا اولین شرف ایک عورت ہی کے حصے میں آیا ہے۔ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد آپؐ پر اضطراری کیفیت طاری تھی اس موقع پر خدیجہؓ نے نبیﷺ سے جو تسلی بخش اور حوصلہ افزاء کلمات کہے ان سے آپ کی طبیعت کا بوجھ بہت ہلکا ہوا خدیجۃ الکبریٰؓ کی زندگی فہم و فراست حکمت و تدبر خدمت و اطاعت رحم دلی اور غریب پروری کی عظیم مثال ہے۔ آپﷺ کی بعثت کے بعد تقریباً نو سال زندہ رہیں۔ اس تمام مدت کے دوران اللہ کے رسولﷺ کے ساتھ ہر طرح کے مصائب کو نہایت ہمت سے برداشت کیا۔ اپنے غیر مسلم رشتہ داروں کے ساتھ طعن و تشنیع اور ملامت کو سہا اور اپنا سارا مال تبلیغ دین میں لگا دیا۔ تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہ کر تکالیف و مصائب برداشت کیے۔ لیکن اس دوران غذا، پانی کی کمی اور دیگر مصائب کا شکار ہوکر نہایت بیمار اور کمزور ہو گئیں اور اسی بیماری کے عالم میں خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔

ام المومنینؓ کا راہِ حق میں اپنا سب کچھ لٹا دینا اس بات کی طرف ہمیں متوجہ کراتا ہے کہ زر پرستی کے بجائے حق جوئی ہی مقصدِ زندگی ہے۔

حضرت خدیجہ نے پیغمبراسلام کے مشن پر اپنا سب کچھ قربان کرکے رہتی دنیا تک نسوانیت کے نام یہ پیغام چھوڑا کہ مردوزن حیاتِ انسانی کے دو ایسے پہلو ہے جن میں ہم آہنگی اور ہم خیالی ہو تو انسانیت کی ایک مکمل تصویر بنتی ہے۔ ایک خاتون اپنا الگ راگ الاپ کر گوہر مقصود کو نہیں حاصل کرسکتی ہے۔ مرد بھی عورت کو صرفِ نظر کرکے کسی بھی صورت میں زندگی کی جنگ جیت نہیں سکتا ہے۔ لہٰذا بحیثیت حریف نہیں بلکہ بحیثیت حلیف ایک مشترکہ مشن کو اپنی مشترکہ مساعی سے پایہ تکمیل تک پہنچائیں ۔ یہ امرلازمی نہیں ہے کہ عورت اپنی دنیا آپ تعمیر کرکے ہی عظیم بن سکتی ہے بلکہ وہ اپنے ہمسر کی شریک ِ کار ہوکر بھی اپنی عظمت کو دوبالا کرسکتی ہے اور یوں بغیر کسی صنفی چپقلش کے اپنے مقاصد کی حصولیابی میں کامیاب بھی ہوگی۔

حضرت خدیجہ نے اپنے شوہر کے ساتھ حد درجہ معاونت سے ثابت کیا کہ اپنے وجود کو کسی عظیم انسان پر نچھاور کرنا فنا کی علامت نہیں بلکہ بقا کی ضمانت ہے یہی وجہ ہے کہ کائنات کے سب سے مقدس انسان کے ساتھ آپ کا ذکر کہیں نہ کہیں ضرور ہوتا ہے اور پیغمبر لولاک نے بنفس ِنفیس آپ کے ذکرِ خیر کی بنیاد ڈالی حضرتِ خدیجہ الکبری کی وفا شعاری ایثار و قربانی، فرمانبرداری، خلوص نیت، شجاعت، عصمت ، عفت، حسن عمل، انتظامی صلاحیت و صلابت، ذہنی استعداد، قلبی پاکیزگی، کی انتہا یہ ہے کہ جب تک اس دنیا میں بحیثیت شریکِ حیات ،پیغمبراکرم کو حضرت خدیجہ کا ساتھ شاملِ حال رہا۔ انہوں نے کسی اور خاتون سے شادی کی نہ کسی کنیز کی ضرورت کو محسوس کیا۔ حضرت خدیجہ کی ذاتِ والا صفات ہی تھی کہ جب کفار قریش آنحضرت کے درپہ آزار تھے تو آپ اپنے شوہرِ نامدار کی راحت کا اہتمام کیا کرتی تھیں۔ جب ہر فرد آپ کا مخالف تھا تو آپ نے ہی پیغمبر

رحمت کی ڈھارس بندھائی۔ اور حضرت ابو طالب کی طرح آپکی پشت پناہ بنی رہی۔معمولاً تو یہی ہوتا آیا ہے کہ جب بھی کبھی کوئی شخص عظیم مقصد کی خاطر خطروں کو مول لے۔ سماجی سطح پر مخالفت و مخاصمت پر آمادہ ہوجائے۔ اپنی جان تک کو قربان کرنے کا ارادہ کرے تو اس صورت میں سب سے بڑی رکاوٹ اس کی زوجہ ہی ہوا کرتی ہے۔ وہ اس کے ارادوں میں ضعف پیدا کرنے کاعامل بن جاتی ہے۔ لیکن حضرت خدیجہ کا وطیرہ صد فی صد جداگانہ تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:

فاطمہ نام،زاہرا لقب تھا۔آپ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے کم سن تھیں۔[iii]خاتون جنت، سردارانِ جنت کی ماں اور دونوں عالم کے سردار کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی زندگی بھی بے مثال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ ایک عظیم اور ہمہ گیر کردار کی مالکہ تھیں جو ایک بیٹی کے روپ میں، ایک ماں کی شکل میں اور ایک بیوی کے کردار میں قیامت تک آنے والی خواتین کیلئے نمونہ حیا ت ہیں جنہوں نے اپنے عظیم باپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا حق ادا کرتے ہوئے بچپن میں سرداران قریش کے ظلم و ستم کا بڑی جرات مندی، شجاعت، ہمت اور متانت سے سامنا کیا۔ حضرت فاطمہؓ چھوٹی تھیں۔ ایک دن جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحن کعبہ میں عبادت الٰہی میں مشغول تھے کہ ابوجہل کے اشارہ پر عقبہ بن ابی معیط نے مذبوحہ اونٹ کی اوجھڑی کو سجدہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن پر رکھ دیا، حضرت فاطمہؓ دوڑتی ہوئی پہنچیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذیت وتکلیف کو دور کیا۔

حضرت شفاء بنت عبداللہ:

اسد الغابہ میں ہے:

"الشفاء بنت عبد اللہ بن عبد شمس بن خلف"[iv]

آپ رضی اللہ عنہا کا نام شفاء،باپ کا نام عبداللہ بن عبد شمس جو قریش کے خاندان عدی سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا زمانہ جاہلیت میں بھی اہل مکہ میں بڑی عزّت و احترام کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں،کیونکہ ایک تو آپ رضی اللہ عنہا پڑھنا لکھنا جانتی تھیں'دوسرے جھانک پھوڑ جانتی تھیں۔کئی امراض کے مریض ان کے پاس آتے تھے اور وہ جھاڑ پھونک یعنی منتر ٹوٹکے سے ان کا علاج کرتی تھیں۔

جب حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہﷺ نے ان کی بڑی توقیر کی اور ان سے فرمایا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو پڑھنا لکھنا سکھادو،چنانچہ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کوپڑھنا لکھنا سکھا دیا۔اس لحاظ سے وہ امّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی استاد ہیں۔[v]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی بہت تعریف کرتے ،اپنے عہد خلافت میں مختلف مسائل اور امور ملکی میں ان سے مشورہ لیتے اور ان کی رائے کی بہت تعریف کرتے۔[vi]

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

اسم گرامی صفیہ رضی اللہ عنہا۔رسول اللہ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ماں کا نام ہالہ بنت وہب تھا جو رسول اللہﷺ کی حقیقی خالہ تھیں۔گویا حضرت صفیہ ایک طرف تو رسول اللہﷺ کی پھوپھی تھیں اور دوسری طرف خالہ زاد بہن۔[vii] آپؓ نہایت بہادر اور نڈر خاتون تھیں۔ آپؓ دوران جنگ بے خوف و خطر ہو کر زخمیوں کو میدان جنگ سے باہر لاتیں اور ان کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے فرزند زبیر کے ساتھ ہجرت کی۔غزوہ احدمیں جب مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے نکلیں۔جو لوگ میدان جنگ سے منہ موڑ کر مدینہ آرہے تھے انہیں مارتی تھیں اور نہایت غصہ سے فرماتی تھیں:"رسول اللہﷺ کو چھوڑ کر بھاگتے ہو۔"

آپؓ نے غزوہ ٔخندق میں نہایت بہادری کا مظاہرہ کیا۔ غزوہ خندق میں رسول اللہﷺ نےمستورات کو بغرض حفاظت انصار کے ایک قلعہ میں ٹھہرا دیا تھایہ قلعہ یہود بنی قریظہ کی آبادی کے بالکل قریب واقع تھایہود نے مسلمانوں کو جنگ میں مشغول پاکر ان کی

جاسوسی کرنے کی ٹھانی۔اس غرض کے لیے انہوں نے ایک جاسوس قلعہ میں مقیم مستورات کی باتیں سننے کے لیے روانہ کیا۔جب وہ قلعہ کے گرد چکر لگا رہا تھا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کو دیکھ لیا۔وہ فورا سمجھ گئیں کہ یہ جاسوس ہے اور اس کی جاسوسی کے نتائج خطرناک ثابت ہوسکتے ہیں۔حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جلدی سے اٹھ کر خیمہ کی ایک چوب اکھاڑی اور جاکر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اس نے تڑپ کر جان دے دی۔

اس کے بعد اس کا سر کاٹ کر قلعہ سے نیچے پھینک دیا۔بنو قریظہ کے یہودیوں نے سمجھا کہ قلعہ کے اندر بھی ضرور مسلمانوں کی ایک فوج موجود ہے۔چنانچہ حملہ کا ارادہ ترک کردیا اور یوں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شجاعت نے ایک بڑا خطرہ ٹال دیا۔[viii]

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نہایت عقلمند ،دوراندیش،شجاع اور صابر تھیں اور تمام عرب میں اپنے حسب نسب اور قول وفعل کے لحاظ سے نہایت امتیازی درجہ رکھتی تھیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں ملکہ شاعری بھی عطاء کیا تھا۔

حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا کا رملہ یا سہلہ تھا،ام سلیم اور ام انس کنیت تھی۔حضرت ام سلیم کا شمار انصار کے سابقون الاولون میں ہوتا ہے۔آپ اپنے بچے انس کو بھی کلمہ پڑھاتی اور انہیں شعائر اسلام بھی سکھاتیں۔آپ رضی اللہ عنہا نہایت سختی سے اسلام پر قائم رہیں اور اپنے بیٹے کو بھی اسی رنگ میں رنگتی رہیں۔

حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا بڑی اولوالعزم اور شجاع صحابیہ تھیں۔رسول اللہﷺ ان کی بہت قدرومنزلت فرماتے اور غزوات میں انہیں اور انصار کی چند عورتوں کو ضرور اپنے پاس رکھتے تھے۔یہ خواتین لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔غزوہ خیبر میں بھی حضرت امُ سلیم شریک تھیں اور انہوں نے نہایت مستعدی سے زخمیوں کی خدمت کی۔اس کے بعد حضرت امّ سلیم جنگ حنین میں شریک ہوئیں۔یہ بڑے سخت غزوات میں شمار ہوتا ہے۔جنگ میں لشکر اسلام میں انتشار پیدا ہوچکا تھا،میدان جنگ میں رسول اللہﷺ کے ہمراہ سو سوا سو کے قریب جانثار رہ گئے۔اس نازک وقت میں حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا ایک خنجر ہاتھ میں لیے شمع نبوّت پر قربان ہونے کے لیے کمر بستہ کھڑی تھیں۔حضورﷺ نے ام سلیم سے پوچھا،خنجر کا کیا کروگی؟ام سلیم نے جواب دیا:"یارسول اللہﷺ! کوئی مشرک قریب آیا تو اس کا پیٹ چاک کردوں گی۔" یہ سن کر حضورﷺ مسکرا دیے۔[ix]

حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام فاطمہ اور کنیت اور ام جمیل تھی۔باپ کانام خطاب بن نفیل تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت سعید بن زید سے ہوئی جو بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔دونوں میاں بیوی آغاز اسلام میں ہی مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے۔حضرت فاطمہ بڑی ثابت قدم اور راسخ العقیدہ مسلمان تھیں۔ان کی ثابت قدمی کی بدولت ایک ایسی ہستی دائرہ اسلام میں داخل ہوئی جس نے آگے چل کر دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجایا۔یہ ہستی ان کے بھائی فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام اسماء تھا اور ذات النطاقین لقب۔والدماجد کا نام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نہایت راسخ العقیدہ مسلماں تھیں اور کفار کی سخت دشمن تھیں۔ایک دفعہ ان کی ماں جو ابھی مشرک تھیں،حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے کچھ روپیہ مانگنے آئیں۔آپ نے روپیہ دینا تو درکنار انہیں اپنے گھر ٹھہرانا بھی گوارا نہ کیا۔البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی معرفت رسول اللہﷺ سے دریافت کر بھیجا کہ:"میری ماں مشرک ہیں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ رسول اللہﷺ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حددرجہ سخی تھیں۔اور دولت کو خیر خیرات کو کاموں میں صرف کرتیں۔جب کبھی بیمار ہوتیں تو غلام آزاد کرتیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال صدقہ کرنے کا حکم دیا۔تمام صحابہ کرام نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ارشاد نبویﷺ کی تعمیل کی۔صحابیات نے اپنے زیور تک اتار کر دے دیے۔حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لونڈی تھی،آپ رضی اللہ عنہا نے اسے فروخت کردیا اور روپیہ صدقہ کردیا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا شجاع بھی تھیں۔ایک دفعہ مدینہ میں چوریاں بہت ہونے لگیں بلکہ ڈاکے بھی پڑنے لگے۔حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے سرہانے خنجر رکھ کر سوتیں اور فرماتیں اگر کوئی چور یا ڈاکو ہمارے گھر آیا تو اس کا پیٹ چاک کردوں گی۔[x]

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

واقعۂ کربلا جہاں نواسہ رسول امام عالیؓ کی قربانیوں کا مظہر ہے وہیں دختر بتول سیدہ زینبؓ کے کامل کردار کی عظمتوں کا امین بھی ہے۔حضرت زینبؓ ایک بلند کردار خاتون تھیں۔ انہوں نے نہ صرف اپنے بیٹوں کی شہادت کا غم سہا بلکہ اپنے شیر خوار بھتیجوں، باوفا بھائی فخر انسانیت امام حسینؓ کی شہادت کا غم سہہ کر قربانیوں کی تاریخ میں تمام خواتین کے لیے واضح نمونہ عمل قائم کر دیا۔

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا:

آپ کا شمار سابقون الاوّلین میں ہوتا ہے۔ ہجرت نبوی کے تیسرے سال مسلمانوں کو احد کا معرکہ پیش آیا۔ آپ اس میں شریک ہوئیں اور ایسی شجاعت جانبازی اور عزم و ثبات کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ میں خاتونِ احد کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ جب تک جنگ میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری رہا آپ مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں اور زخمیوں کی خبر گیری کرتی رہیں اور جب ایک اتفاقی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مجاہدین انتشار کا شکار ہوگئے تو اس وقت رسول اکرمؐ کے پاس چند سرفروش باقی رہ گئے۔ آپ نے یہ کیفیت دیکھ کر مشکیزہ پھینک کر تلوار اور ڈھال سنبھالی اور بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا آپ کے جسم پر ستر سے زیادہ زخم لگے آپؐ نے کہا آج میں جدھر دیکھتا ہوں میں ام عمارہ کو پاتا ہوں۔ ام عمارہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے لیے دعا کریں کہ میں جنت میں بھی آپ کی معیت میں رہوں۔ حضرت ام عمارہ کا یہ جذبہ جہاد و شوق صرف دور نبویؐ تک ہی محدود نہ رہا بلکہ جب مسیلمہ کذاب نے تاج و تخت نبوت پر ڈاکہ ڈالا ڈالنا چاہا اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو اس کی سرکوبی کرنے والے لشکر میں آپ بھی اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کے ساتھ شامل ہوئی تھیں۔ اس جنگ میں آپؓ کا ایک ہاتھ مفلوج ہوا اور جسم پر تلوار اور نیزے کی بارہ زخم آئے آپؓ کا ہاتھ چونکہ ناموس رسالت کی حفاظت میں مفلوج ہوا تھا لہٰذا بارگاہ خداوندی میں آپ کی یہ قربانی کچھ یوں مقبول ہوئی کہ آپ اپنا یہ ہاتھ جس بھی مریض کو مس کر کے اس کے لیے دعا کرتیں وہ شفایاب ہو جاتا۔

حضرت سمیہ بنت خباط رضی اللہ عنہا:

اسم گرامی سمیہ تھا،باپ کا نام خباط تھا۔مشہور صحابی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔پہلے ابو حذیفہ بن مغیرہ کی کنیز تھیں۔ان کے حلیف یاسر بن عامر سے نکاح ہوا۔جب حضرت ابو عمار پیدا ہوئے تو ابو حذیفہ نے انہیں آزاد کردیا۔

جب مکہ میں رسول اللہﷺ نے تبلیغ کا آغاز کیا تو حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا،ان کے شوہر یاسر اور فرزند عمار نے فورا اسلام کی دعوت قبول کرلی۔

حضرت امّ ہانی سے مروی ہے کہ عمار ،ان کے والد یاسر،ان کی والدہ سمیہ یہ سب وفا کیشوں کے اس زمرہ میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کے جرم میں طرح طرح کی سزائیں دی جاتی تھیں۔تحریک اسلام میں سب سے پہلے شہادت کی خلعت فاخرہ سے جس کو نوازا گیا وہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔ **"فهي أول شهيدة في الإسلام"**[xi]

مسلم خواتین کی طرف سے کی جانے والی کوششیں:

مال کی قربانی:

اسلام نے صحابیاتؓ سے جیسی بھی قربانی مانگی ان نفوس قدسیہ نے فوراً پیش کردیں۔صحابیات کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ راہ خدا میں مال خرچ کرنے میں انہوں نے کبھی بھی لیت و لعل سے کام نہ لیا۔ بلکہ ان کے پیش نظر ہمیشہ رضائے خداوندی کا حصول رہا ہے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے :

"عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ،عَنْ أَبِيهِ،عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا ابْنَةٌ لَهَا،وَفِي يَدِ ابْنَتِهَا مَسَكَتَانِ غَلِيظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ، فَقَالَ لَهَا:أَتُعْطِينَ زَكَاةَ هَذَا؟،قَالَتْ:لَا،قَالَ:أَيَسُرُّكِ أَنْ يُسَوِّرَكِ اللَّهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ؟،قَالَ:فَخَلَعَتْهُمَا،فَأَلْقَتْهُمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،وَقَالَتْ:هُمَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُولِهِ"

"حضرت عمر و بن شعیب اپنے باپ اور داد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابیہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں ان کے ہاتھ میں سونے کے دو بڑے کنگن تھے جنہیں دیکھ کر آپؐ نے دریافت فرمایا کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ عرض کیا نہیں۔ ارشاد فرمایا: تو کیا یہ پسند کرتی ہو کہ قیامت کے دن اللہ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟ یہ سن کر اس نیک بخت صحابیہ نے فوراً وہ کنگن اتار کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا ''یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔''

اس صحابیہ کی عظمت پر قربان جائیے کہ جیسے ہی نبیؐ کی زبان مبارک سے حکم شریعت اور عذاب الٰہی کی وعید سنی فوراً کنگن رسول اکرمؐ کے قدموں میں رکھ دیا۔

جان کی قربانی:

راہ خدا کی شہیدہ اوّل حضرت سمیہؓ وہ شیر دل خاتون ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرکے شجر اسلام کی جڑوں کو مضبوط کیا۔آپ کا شجر اسلام کے ثمرات سے فیض یاب ہونا ہی آپ کا جرم بن گیا اور کفر کے اندھوں نے آپؓ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔اہل مکہ بالخصوص دشمن اسلام ابو جہل نے کون سا ستم تھا جو ان پر نہ کیا ہو مگر قربان جائیے شہیدۂ اوّل کی عظمت و استقامت پر آپؓ کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس قدر گھر کر چکی تھی کہ اتنی سخت تکالیف کے باوجود آپؓ نے اسلام کا دامن نہیں چھوڑا بلکہ ڈٹ کر ان مشکلات کا سامنا کیا۔ آپ کا صبر و استقامت سے اسلام پر ڈٹ جانا سرداران قریش کے منہ پر گویا ایک طمانچہ تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ اس ہزیمت کو برداشت نہ کرسکے اور آپ کے خون سے سر زمین کو سیراب کر کے اپنے تئیں آپ کا قصہ تمام کر دیا۔
بیان کیا جاتا ہے ایک مرتبہ ابو جہل نے نیزہ تان کر آپ کو دھمکاتے ہوئے کہا کہ تو کلمہ نہ پڑھ ورنہ میں تجھے نیزہ مار دوں گا۔ حضرت سمیہؓ نے سینہ تان کر زور زور سے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ ابوجہل نے غصہ میں بھر کر ان کے ناف کے نیچے اس زور سے نیزہ مارا کی وہ خون میں لت پت ہو کر گر پڑیں اور شہید ہو گئیں۔

یوں انہیں جہاں اسلام کی شہیدۂ اوّل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا تو وہیں آپؓ کو یہ شرف بھی ملا کی آپؓ راہ خدا میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والی واحد صحابیہ بن گئیں۔

اہل وعیال کی قربانی:

صحابیات، طیباتؓ نے دین کی خاطر اپنی ہر محبوب چیز قربان کردی۔ ان مقدس ہستیوں نے باغ اسلام کی آبیاری کے لیے اپنے جگر گوشوں تک کے خون کا نذرانہ پیش کرنے میں کبھی دریغ نہ کیا۔

بنتؓ صدیق اکبر کی قربانی:

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر نے دین اسلام کے خاطر جس قدر قربانیاں دی ہیں زمانہ انہیں صبح قیامت تک یاد رکھے گا۔ بڑھاپے میں ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد اس کا سرمایہ بنے لیکن اس اللہ کی بندی نے عین بڑھاپے کے عالم میں بھی اپنے بیٹے کو دین کی ناموس پر قربان ہونے کا درس کیا اور اس نیک بخت بیٹے نے اپنی ماں کا کہا سچ کر دکھایا۔

چنانچہ مروی ہے کہ آپ کے شہزادے حضرت عبداللہؓ بن زبیر شہادت سے دس دن قبل آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے اور طبیعت کی ناسازی کے متعلق پوچھا آپ نے جواب دیا کہ ابھی بیمار ہوں تو عبداللہؓ بن زبیر نے عرض کیا کہ مرنے میں عافیت ہے اس پر آپؓ بولیں شاید تم میری موت کو پسند کرتے ہو لیکن جب تک دو باتوں میں سے ایک نہ ہوجائے میں مرنا نہیں چاہتی یا تو تم شہید ہو جاؤ اور میں صبر کر لو یا دشمن کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرو تاکہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔

چنانچہ جب حضرت عبداللہؓ بن زبیر حجاج کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوگئے اور حجاج نے آپ کو سولی پر لٹکا دیا تو اسماؓ بنت ابی بکر شدید بڑھاپے کے باوجود حجاج کے مجبور کر دینے پر وہاں تشریف لائیں اور یہ منظر دیکھ کر اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :کیا ابھی اس سوار کے اترنے کا وقت نہیں آیا ہے؟

چار بیٹے قربان کرنے والی ماں:

حضرت خنساؓجنگ قادسیہ میں اپنے چاروں شہزادوں سمیت شریک ہوئی تھیں۔ جنگ سے ایک روز قبل اپنے چاروں شہزادوں کو اس طرح نصیحت فرماتی ہیں: میرے پیارے بیٹو! تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے اور اپنی خوشی سے ہجرت کی۔تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے کفار سے مقابلہ کرنے میں مجاہدین کے لیے عظیم الشان ثواب رکھا ہے یاد رکھو آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی سے بدرجہا بہتر ہے۔ صبح کو ہوشیاری کے ساتھ جنگ میں شرکت کرو اور دشمنوں کے مقابلے میں اللہ والوں سے مدد طلب کرتے ہوئے آگے بڑھو اور جب جنگ کے شعلے بھڑکنے لگیں تو اس شعلہ زن آگ میں کود جانا اور کافروں کے سردار کا مقابلہ کرنا انشاء اللہ عزت و احترام کے ساتھ جنت میں رہوگے۔چنانچہ جنگ میں حضرت خنساؓ کے بیٹوں نے بڑھ چڑھ کر کفار کا مقابلہ کیا اور یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کر گئے۔جب ان کی والدہ ماجدہ حضرت خنساؓ کو ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے چار شہید بیٹوں کی ماں بننے کا شرف عطا فرمایا۔ مجھے اللہ رب العزت کی رحمت سے امید ہے کہ میں بھی ان چاروں کے ساتھ جنت میں رہوں گی۔

جہاد:

خواتین کی سب سے اہم خدمت جہاد ہے اور صحابیات نے جس جوش،خلوص اور عزم و استقلال سے اس خدمت کو سرانجام دیا اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔غزوہ احد میں جب کافروں نے عام حملہ کردیا اور آپﷺ کے ساتھ صرف چند جانثار صحابہ کرام رہ گئے،حضرت امّ عمارہ رزسول اللہﷺ کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہوگئیں۔کفار جب آپ ﷺ کی طرف بڑھتے تو تیر وتلوار سے وارروکتیں۔اسی طرح غزوہ خند ق میں حضرت صفیہ نے جس بہادری سے یہودی کا سر قلم کیا اور حفاظت کی تدبیر اختیار کی وہ حیر ت انگیز ہے۔نہ صرف بری بلکہ بحری لڑائیوں میں بھی صحابیات شرکت کرتی تھیں۔میدان جنگ میں اس کے علاوہ بھی صحابیات خدمات انجام دیتی تھیں۔

- پانی پلانا
- زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا
- مقتولوں اور زخمیوں کو اٹھا کر میدان جنگ سے لے جانا
- چرخہ کاتنا
- تیر اٹھاکردینا
- خوردونوش کاانتظام کرنا
- کھانا پکانا
- قبر کھودنا
- فوج کو ہمّت دلانا[xii]

اشاعت اسلام:

اشاعت اسلام بھی ایک بہت بڑی خدمت ہے جس کے لیے صحابیات نے خاص کوششیں کی ہیں۔چنانچہ حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کی کوششوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ام سلیم کی ترغیب سے ابو طلحہ نے اسلام قبول کیا۔عکرمہ اپنی بیوی ام حکیم کے سمجھانے پر مسلمان ہوئے۔[xiii]

نماز کی امامت بھی ایک اہم کام ہے اور متعدد صحابیات نے اس کو عورتوں کے مجمع میں سرانجام دیا ہے۔[xiv]

سیاسی کارنامے:

صحابیات نے متعدد سیاسی خدمات سرانجام دیں۔چنانچہ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا اس درجی صائب الرائے تھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی تحسین کرتے اور ان سے مشورہ کرتے تھے۔[xv]

علمی کارنامے:

اسلامی علوم یعنی قراءت،حدیث،فقہ،فرائض میں متعدد صحابیات کمال رکھتی تھیں۔حضرت عائشہ،حضرت حفصہ،ام سلمہ اور ام ورقہ رضی اللہ عنہن نے پورا قرآن مجید حفظ کیا۔[xvi]تفسیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خاص کمال حاصل تھا۔اسلامی علوم کےعلاوہ اور علوم میں بھی صحابیات دستگاہ رکھتی تھیں مثلا علم اسرار میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو پوری واقفیت تھی۔طب اور جراحت میں بھی بعض صحابیات مہارت رکھتی تھیں۔[xvii]

عملی کارنامے:

اس سے مراد صنعت و حرفت ہے جس میں کتابت تجارت وغیرہ داخل ہیں۔لکھنا بہت سی صحابیات جانتی تھیں چنانچہ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کو اس میں خاص مہارت حاصل تھی۔انہوں نے ایام جاہلیت میں ہی لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔

صحابیات میں بعض عورتیں تجارت کرتی تھیں۔چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت نہایت وسیع پیمانے پر شام سے تھی۔

خلاصہ بحث:

اولین مسلمان خواتین نے اسلام کی خاطر کیسی کیسی مشقتیں برداشت کیں اور اس راہ میں کیا کچھ قربان نہیں کیا ۔تاریخ ان کی جرأت و بے باکی پر آج بھی حیران ہے۔ اس کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے لیے سب سے پہلے ایک خاتون نے ہی اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ یہی نہیں بلکہ جب بھی دین کی خاطر اپنی یا اپنے گھر والوں کی جان دینے یا کسی کی جان لینے کی ضرورت پڑی تو ان خواتین کے ماتھے پر ایک شکن تک نہ ابھری انہوں نے گھر بار لٹا دیے خون کے رشتوں کو خوشی خوشی موت کے حوالے کردیا انہیں تپتے صحراؤں میں لٹایا گیا دہکتے کوئلے پر بٹھایا گیا غرض ظلم وجبر اور سفاکی کی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی مگر تپتے صحرا اور اندھیری کالی ٹھٹھرتی راتیں گواہ ہیں کہ اس صنف نازک کی استقامت میں ذرہ برابر بھی جنبش نہ آئی۔ زمانے کے ظلم و ستم ان نفوس قدسیہ سے ان کی دولت ایمان نہ چھین سکے اور ہمیشہ کے لیے اوراق تاریخ کو ان کی قربانیاں محفوظ کرنی پڑیں۔صحابیات طیباتؓ نے جو قربانیاں دیں گرچہ ہمارا آج کا عمل اس کے ہزارویں حصہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا لیکن اگر ان نفوس قدسیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہم دین اسلام کی پاسداری کریں اور شریعت کے مطابق زندگی بسر کریں تو انشاء اللہ ہمیں اللہ رب العزت کا فیضان حاصل ہوگا اور ہمارا خاتمہ بالخیر ہو گا۔

حوالہ جات

---

[i] الاصبهانی، أبو نعيم أحمد بن عبد الله، معرفة الصحابة،(الرياض: دار الوطن للنشر،الطبعة: الأولى 1419 هـ - 1998 م)3200/6

[ii] ابن الأثير، أبو الحسن علي بن أبي الكرم محمد، أسد الغابة،(بيروت: دار الفكر،عام النشر: 1409هـ - 1989م)79/6

[iii] سعید انصاری،مولانا،سیر الصحابیات مع اسوہ صحابیات،(لاہور:مشتاق بک کارنر،س ن)،ص93

[iv] ابن الأثير،ابو الحسن علي بن أبي الكرم محمد، أسد الغابة في معرفة الصحابة،(دار الكتب العلميةالطبعة: الأولى،سنة النشر: 1415هـ - 1994 م)،162/7

[v] المزي، يوسف بن عبد الرحمن بن يوسف، تهذيب الكمال في أسماء الرجال،(بيروت: مؤسسة الرسالة،الطبعة: الأولى، 1400 – 1980)،207/35

[vi] حقانی،عبدالقیوم،مولانا،تاریخ اسلام کی نامور خواتین،(لاہور:المطبعہ العربیہ،2002ء)ص188

[vii] سعید انصاری،سیر الصحابیات مع اسوہ صحابیات،ص104

[viii]عبدالقیوم حقانی،اسلام کی نامور خواتین،ص152

[ix] ایضا،ص194

[x] ایضا،ص157

[xi] الحلبي، علي بن إبراهيم بن أحمد،السيرة الحلبية،(بيروت: دار الكتب العلمية،الطبعة: الثانية - 1427هـ)،426/1

[xii] سعید انصاری،سیر الصحابیات مع اسوہ صحابیات،ص12

[xiii]ابن الأثير،ابو الحسن علي بن أبي الكرم محمد، أسد الغابة في معرفة الصحابة،1194

[xiv] ابن الأثير،ابو الحسن علي بن أبي الكرم محمد، أسد الغابة في معرفة الصحابة،7626

[xv] العسقلاني،ابن حجر،ابو الفضل أحمد بن علي، الإصابة في تمييز الصحابة،(بيروت: دار الكتب العلمية ،الطبعة: الأولى - 1415 هـ)،11379

[xvi] ابن الأثير،ابو الحسن علي بن أبي الكرم محمد، أسد الغابة في معرفة الصحابة،7467

[xvii] العسقلاني،ابن حجر، الإصابة في تمييز الصحابة،10816